عصر کی نماز پڑھائی۔ دوران نماز موسلا دھار بارش ہوئی تو سارے نمازی جا چکے تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام صاحبؒ نے پرانی طرز پر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ پہ کیچڑ لگا نظر آیا۔ تب پتہ چلا کہ بارش ہوئی تھی۔ کہا "باراں شد، عبداللہ را خبر نہ شد" موصوف کو بارش ہونے کی خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔

علمائے کرام کی مجلس باوقار، علمی اور باادب ہونی چاہیے۔ کچھ تعلیم یافتہ لوگ مطلوبہ آداب مجلس نہیں جانتے یا جانتے ہیں، مگر خیال نہیں کرتے۔ حد اعتدال سے بڑھ کر مذاق، غیر ضروری تبصرے وغیرہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ان کی مجلس ادب و وقار کا پیکر اور نمونہ ہونا چاہیے۔ لقمان حکیمؒ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: "**يا بُنَيّ جالس العلماء وزاحمهم بركبتيك، فإن الله يحيي القلوب بنور الحكمة كما يحيي الأرض بوابل السماء**" "اے لخت جگر علماء کی مجالس میں بیٹھا کر اور ان کے پاس دونوں گھٹنے ٹیک دے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت و دانش کی ضیاء سے جلا بخشتا ہے، جس طرح خشک زمین کو آسمان کی بارش سے زندہ کرتا ہے۔"

آخری گزارش یہ ہے کہ حضرات علماء و دعاۃ! احکام و مسائل سے متعلق ضروری آیات الاحکام یاد کرلیں، جیسے نماز، زکاۃ، روزہ، محرمات نکاح، آیات رضاع و حجاب، طلاق وغیرہ۔ کیونکہ یہ ایسے مسائل ہیں، جن کے ساتھ روزمرہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اجتہاد کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مجتہد کو کتاب و سنت کے ضروری نصوص کا علم ہو، تاکہ ان سے احکام اخذ کرسکے۔ اور بوقت ضرورت ان سب کو ذہن میں حاضر کرسکتا ہو۔

❁❁❁❁

بیٹے کو جھوٹ بولتے سن کر باپ نے کہا: پیارے بیٹے! مجھے جھوٹے پر سخت تعجب ہوتا ہے؛ وہ لوگوں کو اپنے عیب کی دلیل دیتا ہے، اور اپنے رب کی سزا پاتا ہے۔ پس گناہیں اس کی عادت بن جاتی ہیں۔ اس کی خبروں میں تضاد ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ سچ بولتا ہے، تب بھی اس پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اگر نیکی کا ارادہ کرتا ہے، تو توفیق نہیں ملتی۔ ایسا شخص اپنے کردار کے ذریعے اپنے تئیں ظلم کرتا اور اپنی زبان سے رسوائی کا موقع دیتا ہے۔ اس کی سچائی کو کسی اور سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے کا جھوٹ اس کے پلے پڑتا ہے۔ جیسے شاعر نے کہا تھا:

حسبُ الكذوبِ مِنَ المهانةِ بعضُ ما يُحكىٰ عليهِ
مِن إن سُمعتُ بكذبةٍ مِن غيرهِ نُسِبَت إليهِ

"دروغ گو کی رسوائی کے لیے یہی نسبت کافی ہے کہ دوسروں سے سنا ہوا جھوٹ بھی اس سے منسوب ہو جاتا ہے۔"

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد انور غواڑویؒ

عبدالرحیم روزی/حمید اللہ حسن اثری

نام ونسب: محمد انور ابو مسعود بن یعقوب بن مراد بن غلام بن عبدالعزیز بن حسین بن نکلبو از قبیلہ پوریگ محلّہ زنگی با موضع غواڑی بلتستان۔ والدین نے آپ کا نام "مراد" رکھا تھا؛ لیکن آپ نے بعد از حصولِ تعلیم اپنے لیے "محمد انور" پسند کیا۔ چنانچہ آپ کو دونوں ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا، مگر علماء کے ماحول میں دوسرا نام غالب تھا۔

آپ کی پیدائش ۱۹۵۵ء میں محلّہ زنگی با غواڑی میں ہوئی۔ زنگی با اصلاً غواڑی کی ایک پرانی قوم کا نام ہے۔ آپ کے بھائی مولانا ثناء اللہ صاحب کے مطابق یہ خاندان مشہور قوم "پوریگ" کرگل کی ایک شاخ ہے، جہاں سے ایک دادا یہاں آکر غواڑی میں بس گیا۔ اس طرح آکر آباد ہونے کا عمل آج بھی جاری ہے۔ اور آج کی نسبت ۱۹۴۸ء یعنی تقسیم ملک بلتستان وکشمیر سے قبل نقل مکانی آسان تھی۔ لوگ بغیر کسی ویزے اور پاسپورٹ کے آسانی سے اور آزادنہ طور پر سفر کرتے اور تجارت کرتے تھے۔

مولانا انورؒ کا قبیلہ "پوریگ غواڑی" کی ایک شاخ تو آپ اور برادران ہے، دوسری شاخ عبدالعزیز کے دوسرے بیٹے شرف سے چلی جو محلّہ چھوغو گرونگ میں آباد ہے، جن کے بزرگ حاجی محمد بن عبدالرحیم بن سودے بن شرف ہیں۔

حصول تعلیم اور سفر کا آغاز واساتذہ: آپ نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول غواڑی میں حاصل کی۔ پھر دارالعلوم غواڑی میں داخلہ لیا۔ اور خامسہ اعدادیہ سے اولیٰ متوسطہ تک پڑھا۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں قاضی ومفتی وشیخ الحدیث مولانا عبدالقادر یوگویؒ، مولانا محمد یونس گینتھاویؒ وغیرہ ہیں۔

۱۹۶۹ء کے اواخر میں ماموں کا نجن فیصل آباد سفر کیا۔ اس سفر میں مولانا عبدالواحد عبداللہ حالیہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم بلتستان، مولانا محمد یوسف نور، مولانا محمد یحییٰ سیف وائس پرنسپل پبلک سکول اینڈ کالج سکردو وغیرہ ساتھ تھے۔ گلگت پہنچے اور ایئر پورٹ پر سکیورٹی والوں نے تلاش لی۔ گھر سے ساتھ لایا ہوا زادِ راہ یعنی اشیائے خورد ونوش مکھن وغیرہ ضبط کر کے قبضہ میں لیا، پھر جہاز بھی کینسل ہو گیا۔ ظالموں نے خورد ونوش کی چیزیں بھی واپس نہیں کیں۔ اب اٹھارہ روز تک جامع مسجد گلگت میں رہنا پڑا۔ جب بھوک نے ستانا شروع کیا تو محلوں میں جا کر لوگوں کا بچا کچھا کھانا وغیرہ لے کر آتے اور کبھی اہل محلّہ خود

کھانا لاتے۔ یہاں تک کہ جہاز آیا اور آپ تمام ساتھی ہوائی جہاز کے ذریعے پنڈی پہنچے۔ یہاں سے مولانا عبدالستار نیازی صاحب کی زیرنگرانی گوجرانوالہ پہنچے۔مگر مولانا عبدالحی مدنیؒ ماموں کانجن سے تشریف لائے اور سب کو ساتھ لے کر چلے۔ یہاں مولانا نے پہلی کلاس میں داخلہ لیا اور چھٹی کلاس سے ۱۹۷۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

یہاں آپؒ کے اساتذہ میں مولانا عبدالرشید ہزارویؒ، مولانا عبداللہ، مولانا محمد صادق، حافظ بنیامین، مولانا عبداللہ اٹالویؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔آخرالذکر بلتستان طلباء کے ساتھ پدرانہ شفقت کرتے تھے۔

پنجاب سے فراغت کے بعد مرکزی دارالعلوم غواڑی میں داخلہ لیا اور چھٹی کلاس میں پڑھنے لگا۔ دو سال پڑھنے کے بعد آٹھویں کلاس سے ۱۹۷۸ء میں فراغت پائی۔ دوران تعلیم آپ نچلی کلاسوں میں متعلقہ مدرس کی غیر موجودگی میں پڑھاتے بھی تھے۔ اس بار آپ کے اساتذہ میں پہلی دفعہ کے اساتذہ کے علاوہ شیخ محمد حسن اثریؒ، شیخ عاصم عبداللہ قریوتی حفظہ اللہ، مولانا عبدالرشید ندویؒ، مولانا عبدالوہاب حنیفؒ وغیرہ شامل تھے۔

۱۹۷۹ء میں کلیۃ الدعوۃ اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں داخلہ ملا۔ اور ۱۹۸۳ء میں آپ بتقدیر جید جداً فارغ ہوئے۔ آپ، مولانا یحییٰ سیف اور مولانا حیدریؒ کو شیخ عبدالرحمٰن خلیقؒ اور عبدالوہاب حنیفؒ بلتستان میں ضرورت جتلا کر لائے تھے۔

آپؒ کے ساتھی مولانا محمد علی حیدریؒ کا بیان تھا: آہ! مولانا انورؒ سادگی کا مرقع تھے۔ ۱۹۸۱ء میں بندہ اور مولانا دونوں سالانہ تعطیلات میں مدینہ سے وطن آرہے تھے کہ جدہ ایئر پورٹ پر مولانا انورؒ غلطی سے استنبول جانے والے جہاز میں جا بیٹھے۔ ادھر پاکستان جانے والے طیارے کا عملہ ایک سیٹ خالی دیکھ حیرت زدہ تھا، جبکہ دوسری طرف استنبول جانے والے جہاز کا عملہ ایک سیٹ ناکافی ہونے کی وجہ حیرت واستعجاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ بالآخر آدھ گھنٹہ بعد وہ اللہ کا بندہ بمشکل اپنی سیٹ پر پہنچ گئے۔ تب جہاز نے کراچی کے لیے اڑان بھری۔ یہاں پہنچ کر اسلام آباد والی پرواز میں میرا OK پہلے ہوا، تو میں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا: ''ہم چلے تم جلے۔'' برمحل یہ محاورہ سن کر جلتی پر تیل کا کام ہوگیا۔ موصوف مجھ پر برہم ہو گئے اور کن انکھیوں سے میری طرف دیکھنے لگے۔

دینی وعلمی خدمات: مولانا انورؒ نے اپنے خلوص، بے لوث خدمات اور تندہی سے جلد از جلد اپنا مقام بنالیا۔ چنانچہ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد جامعہ دارالعلوم بلتستان تشریف لائے اور یہاں سے آپ کی دینی وعلمی خدمات کا دور شروع ہوا۔ جنہیں ہم درج ذیل نکات میں بیان کریں گے:

۱۔ **تعلیم وتدریس:** اس مقدس پیشے پر روز اول سے تاوفات فائز رہا۔احادیث میں سنن ابی داؤد پڑھاتے تھے۔

۲۔ **امتحانی کمیٹی کی رکنیت:** مولاناؒ اور برادر اکبر عبدالرحمٰن کو بندہ نے ۱۹۹۱ء میں امتحانی نتائج مرتب کرنے والا اوراس کے معاملات چلانے والا پایا۔پھر مولانا عبدالرحمٰن خلیقؒ ناظم اعلیٰ نے بندہ کو بھی ٹیم شامل کر دیا۔آج بھی مولانا کے ہاتھ کے خط سے ششماہی وسالانہ نتائج کے فائل بطور یادگار موجود ہیں۔

۳۔ **مدیر امتحانات:** اس عہدے پر تاوفات دوسال فائز رہے۔اورایک ممبر سے بڑھ کر نتائج کی تیاری میں حصہ لیتے تھے۔

۴۔ **نائب مدیر تعلیمات:** اگر دارالعلوم میں مدیر تعلیم اوراس کے نائب دونوں موجود نہ ہوتے تو آپ کو انتظامیہ کلاسوں کی نگرانی اوراساتذہ کے ساتھ ڈیلنگ کی ذمہ داری سونپ دیتے تھے۔

۵۔ جب مولانا عبدالرحمٰن خلیقؒ ناظم دارالعلوم وفات پا گئے تو مرحوم کی جگہ آپ کو مجلس عمل کا ممبر غواڑی حلقہ سے چنا گیا۔جس پر آپ ۱۹۹۵ء تک برقرار رہے۔

۶۔ **اندرون بلتستان مندوب:** آپ علاقہ بلتستان میں جماعت کی طرف سے دیگر سفیروں کے ہمراہ چندہ وصدقات جمع کرتے تھے۔

۷۔ **خطیب جامع مسجد چھوغو گرونگ:** ایک دور میں جامع چھوغو گرونگ المعروف خانقاہ میں مولانا محمد حسین آزاد، عبدالرحمٰن روزی اور مولانا انورؒ باری باری خطبہ دیتے تھے۔اور مسئولیت سنبھالے ہوئے تھے۔مولانا موصوف سنجیدہ اور محنتی خطیب تھا۔

ذریعہ معاشرت وعسرت کی زندگی: مولاناؒ اپنے بھائیوں کی طرح کھیتی باڑی کے پیشے سے منسلک تھے۔یہی زمینداری،مختصر سی تنخواہ اور جلد سازی آپ کا ذریعہ معاش تھی۔مگر آپ کثیر العیال تھے، برائے نام زمین کی پیداوار اور مشاہرہ گھر کے بار اٹھانے سے عاجز تھے۔اس کا مطلب یہ نہیں، کہ آپ کے گھر میں اسراف وتبذیر کا راج تھا۔بلکہ آمدنی محدود اور افرادِ خانہ زیادہ تھے۔اور آپ عربی ضرب المثل "بیتی یبخل لا أنا" کے مصداق تھے۔

تنگی وعسرت کے باوجود آپ "فقیر صابر" تھے۔قناعت پسندی اور صبر ورضا آپ کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔آپ کسی سے شکوہ وشکایت کرتے، نہ دست سؤال دراز کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج بھی علماء کا ایک معتد بہ طبقہ معاشی حوالے سے انتہائی کمزور ہے۔ مگر وہ خودداری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ﴿یحسبهم الجاهل أغنيآء من التعفف لايسئلون إلحافا﴾ کے زمرے میں شامل حال ہونے پر شاکر اور صابر ہیں۔ ان کے دل میں استغناء کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اگر ان کی حالت دوسروں پر آتی تو جزع وفزع کے پہاڑ لا کھڑے کرتے۔

تلامذہ: آپؒ کے تلامذہ کافی زیادہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۶ تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مولانا کے دور میں طلباء کی مجموعی تعداد اوسطاً چار صد اور طالبات کی تعداد چھے سو رہتی تھی۔ اور آپ نے دونوں سیکشن میں پڑھایا ہے۔ لہٰذا ان تمام طلباء و طالبات کا یہاں بالاستیعاب ذکر کرنا ممکن نہیں، صرف چند نمایاں شاگردوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا ثناء اللہ عبدالرحیم۔ مدیر التعلیم۔

۲۔ مولانا عنایت اللہ عبدالرحمٰن۔ خطیب جامع مسجد چھوغوگرونگ۔

۳۔ مولانا ڈاکٹر عارف عبدالحکیم۔ پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

۴۔ مولانا سلیم اللہ عبدالباقی۔ مدیر قسم الأیتام مؤسسہ الفرقان الخیریۃ۔

۵۔ مولانا فیض اللہ عبدالصمد۔ نائب مدیر تعلیم جامعہ ہذا۔

۶۔ مولانا بشیر الرحمٰن حنیف۔ ایم فل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔

۷۔ مولانا ابراہیم خلیل عبدالرحیم۔ مرحلۃ الدکتوراہ مدینہ یونیورسٹی۔

۸۔ مولانا ڈاکٹر حبیب الرحمٰن حنیف پروفیسر جامعہ طیبہ ینبع البحر سعودی عربیہ۔

۹۔ مولانا شریف موسیٰ۔ ایم فل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔

۱۰۔ مولانا شریف علی مدرس و مفتی جامعہ ابی بکر کراچی۔

اوصاف وخصائل: مولاناؒ گونا گوں اوصاف وخصائل سے متصف تھے۔ شرم وحیاء کا پیکر، قناعت پسندی،، اعتدال وتوازن، خودداری کا خوگر، حفاظتِ زبان سے مالا مال، ڈیوٹی کے غیر معمولی پابند، احساس ذمہ داری سے بھرپور، وقت شناس، قراءت ومطالعہ کے شوقین، طلباء واولاد کی تربیت کا فکر مند اور دروس ومواعظ کا متوالا تھا۔ راست بازی، خوش اخلاقی، خدمت خلق، اصلاحِ معاشرہ اور رحمت وشفقت میں سے حظِ وافر ملا تھا۔ آج بھی بہت سارے لوگ مرحوم کے مدّاح اور